ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.7,Issue No.3 (2025)
(July to September)

بیسویں صدی کا آخری عشرہ اور سرائیکی نظم

The last decade of 20th century and Saraiki Poem

ذی وقار نجیب
لیکچرار، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد
عارفہ ممتاز
ایم فل اسکالر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاول پور
عبدالحکیم
ایم فل اسکالر، شعبہ پاکستانی زبانیں، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Zee Waqar Najeeb
Lecturer, Department of Pakistani Languages, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Arifa Mumtaz
M.Phil Scholar, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur
Abdul Hakeem
M.Phil Scholar, Department of Pakistani Languages, Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract:
The last decade of the 20th century proved to be a turning point for Saraiki poetry, particularly for the genre of nazm (poem). During this period, the nazm evolved beyond traditional boundaries, embracing modern forms, diverse themes, and innovative styles. Prominent poets such as Saeed Akhtar Sial, Hussain Gohar,Atta Muhammad Dilshad,Riaz Qaisrani, Saleem Ahsan, Sehr Siyal, Aziz Shahid and others enriched the genre with socio-political consciousness, cultural identity, and emotional depth. Their work highlighted the struggles and deprivations of the Saraiki region while emphasizing human values, resistance, and hope. The active participation of female poets brought fresh perspectives and strengthened the expressive power of Saraiki poetry. Thus, the final decade of the twentieth century may rightly be regarded as the peak of Saraiki nazm, in which it asserted itself as a vibrant and influential literary form, deeply rooted in the language, land, and culture of the Saraiki people.

Keywords: Saraiki, Poem, 20th century, Prominent poets, Themes, Deprivations, Struggle, Female participation

سرائیکی زبان و ادب کے سوتے اس دھرتی سے پھوٹتے ہیں جس کے دامن میں عظیم تہذیبی، ثقافتی، مذہبی اور ادبی سرمائے نابغہ خزائن کے گل ہائے رنگا رنگ موجود ہیں۔ یہاں کی نسلوں نے عظیم ادیب اور مفکر پیدا کیے۔ بہت سے لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ وادی ہاکڑہیا وادی سندھ کی تہذیب سے مراد صرف دریائے سندھ کی طرفین و جوانب کا جغرافیائی علاقہ ہے۔ ماہرین علم و ادب،

محققین، آثار قدیمہ اور مورخین اس تہذیب کی پروردہ جغرافیہ کو ہندوستانی پنجاب، ہریانہ، راجستھان، گجرات، صوبہ بلوچستان، خیبر پختونخواہ کے زیریں علاقے اور بلوچستان کے زیریں علاقے کے ساتھ سرائیکی علاقہ پر مشتمل سمجھتے ہیں۔

بدھ مت کا ورود ہو یا ٹیکسلہ یونیورسٹی، زرتشتوں کا معبدِ اعظم ملتان ہو یا مدرسہ فیروزیہ کی سطوتِ علمی ان کے اثرات سے علم و ادب نے یقیناً فکری اہداف حاصل کیے ہوں گے تبھی تو سرائیکی علاقہ کی موئن جو دڑو اور ہڑپہ جیسی تہذیب اپنے فن و فکر کو ناموری کی مسند پر متمکن کرانے میں کامیاب ہوئی۔ ان تہذیبوں نے صرف طاقت کے زور پر ہی نہیں بلکہ اپنے فنون لطیفہ اور کلچر کی ترقی کے بل پوتے پر بھی دنیائے ادب کا مقام محمود حاصل کیا۔ اس سرائیکی دھرتی پر جہاں "مڑھ کٹی" جیسے ڈرامے تخلیق کیے گئے وہاں اعلیٰ پائے کے "رَہس" شہرہ آفاق شاعرانہ فن پاروں کی تخلیق کے منبع قرار پائے۔ شعری تخلیقات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو یہاں کے شعری ادب نے نہ صرف معاشرتی مسائل کو سلجھانے میں مدد کی بلکہ مذہب و عقائد کی ترویج میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سجاد حیدر کی رائے کو جاننا ضروری ہے:

> "اگرچہ پہلے تو سرائیکی شعراء نے سرائیکی کی قدیم اصناف سخن میں ہی شاعری کی مگر آج کا سرائیکی شاعر نئی اصناف میں بھی لکھ رہا ہے نظم سرائیکی شاعری کی تمام مروجہ اصناف سے مختلف ہے اس لیے اس کو الگ اور نئی شعری صنف کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ نظم میں موضوع یا ہئیت کی کوئی قید نہیں ہوتی نظم کے لیے خیالات میں تسلسل بیان میں موسیقیت اور روانی معنی افریزی ضروری شمار کی جاتی ہے ہاں اگر اس میں داخلیت بھی در آئے تو وقعتِ کلام دوبالا ہو جائے۔"(۱)

ویسے تو جملہ شاعری کا دائرہ کار نظم ہی کے زمرے میں آتا ہے مگر بطور صنف نظم کے قبیل کو علیحدہ ہی تصور کیا جاتا ہے۔ عمومی طور پر اس میں پابند نظم، نثری نظم، آزاد نظم، نظم معریٰ، خطابیہ، بیانیہ اور سانٹ وغیرہ شامل سمجھی جاتی ہیں۔ سرائیکی شعر یا دب کے ماضی میں جھانکا جائے تو بیسویں صدی کے وسط میں ہی نظموں کی کتب طباعت کے مراحل میں شامل ہو چکی تھیں۔ مولانا محمد صدیق کی "تحفۃ المسلمین"، قدرت اللہ کی "گڈیاں دی ٹکر" ہری چند گوٹھی کی "منوہر کے پھول" اور قاضی امین انصاری کی "وسیلہ" مطبوعات کے آغاز کا سبب بن چکی تھیں۔ بیسویں صدی کے اواخر تک آتے آتے شیر محمد کی "اصلاحی نظمیں"، خرم کی "خیابانِ خرم"، اختر علی خان کی "للکار"، محکمہ اطلاعات بہاولپور کی کاوش "گلدستہ سرائیکی" غلام حیدر کی "دُرِ یتیم" صادق بشیر کی "رت دیاں ہنجوں، بشیر احمد ظامی بہاولپوری کی "پھلاں دے ہار" اقبال سوکڑی کی "ہنجوں دے ہار" سید قاسم جلال کی "پھلاں دی سیج" اور ڈاکٹر نصر اللہ ناصر کی "اوئے ہوئے ہوئے" ان کتابوں میں لکھی سرائیکی نظم اپنی بلوغت کو چھوتی نظر آنے لگی۔ خصوصاً بیسویں صدی کا آخری عشرہ سرائیکی نظم کے پھلنے پھولنے کا درست طور پر نقطہ عروج ثابت ہوا۔ مارچ ۱۹۹۱ء میں سعید اختر سیال کا شعری مجموعہ "دیرہ سندھ کنارے" چھپا۔ اس مجموعے کی نظمیں دریائے سندھ کی ٹھاٹھیں مارتی لہروں کی شائیں شائیں کسی بپھرے ہوئے سانپ کی طرح پھنکارتی سنائی دیتی ہیں۔ ان نظموں کے متن میں وادی سندھ کی مٹی کی سوندھی خوشبو مہکتی دکھائی دیتی ہے۔ سعید اختر سیال کی نظم کا ایک شعر پارہ:

اساں مونجھ مسایاں کیتے
خوشیاں سنبھڑی کانڈھ

اساں ہکو سنویں
ساڈا ہکے تل دا بم
مٹی ساڈے لکھ دی رنگت
مٹی ہے خوشبو
امن ساڈا انقلاب
اساں لال غلاب (۲)

مارچ ۱۹۹۱ء میں ہی منظور حسین منظر اچوی کا شعری مجموعہ "سفینہ اہلِ بیت" چھپا۔ اس مجموعہ کلام میں غالب نظمیں اہلِ بیت کے موضوعات پر مبنی ہیں۔ جو شاعر کی اہلِ بیت سے دلی وابستگی کا مظہر ہیں۔ جون ۱۹۹۱ء میں حسین گوہر کا شعری مجموعہ "فجر دا تارہ" چھپا۔ ان کی نظمیں انسانی رشتوں اور وسیبی وابستگی کا خوبصورت نمونہ ہیں۔ ان کی نظم کا ایک ٹکڑا بطور نمونہ:

میں حاضر ہاں سرخ راتیں دا
می ڈے چہرے تے درد پڑھ پڑھ کے
بھی ٹ می ڈی نہ ڈھیر رُنی کر
میکوں سر تے نہ ویڑھ میں غم ہاں
اَپ ٹ سر تے صبر دی چُنی کر (۳)

عطا محمد دلشاد کلانچوی سرائیکی زبان کے محقق نقاد اور تخلیق کار ہیں۔ ستر سے زائد کتب کے مصنف ہیں۔ سرائیکی ادب کی ہر صنف پر ان کی کئی لکھی کتابیں موجود ہیں۔ ۱۹۹۲ء میں ان کا ایک شعری مجموعہ کلام "کلامِ کلانچوی" چھپا۔ دلشاد کی اکثر و بیشتر نظمیں اصلاحی اور ملی موضوعات پر مبنی ہیں۔ معاشرتی برائیوں پر لکھی ایک نظم کے چند مصرعے ان کی انسان دوستی اور فکر و اصلاح کی خوبصورت نمائندگی کرتے ہیں:

معاشرہ ہووے یا ثقافت
نہ دین باقی نہ باقی ملت
نہ پیو تے ڈاڈے دی پ° دی پرواہ
اے ماء دا بوچھ ٹ لہاتے خوش ہن
نہ بھی ٹ تے ہے حیا دا پردہ
نہ ذال کول عظمتاں دی چادر
نہ لیل °ا لھیں دے اولے سبھ کوں
لتاڑی ویندن پ: ناڑی ویندن (۴)

رحیم طلب کی کتاب "پیار دا پہلا ساون" جنوری ۱۹۹۲ء میں چھپی۔ آپ سرائیکی ادب کے اعلیٰ تعلیمیافتہ لکھاری شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کی بیشتر نظموں کے عنوان پڑھتے ہی نظم کے متن کی فہمید ہونے لگتی ہے۔ ان نظموں کے دو موضوعات روایتی طور پر معاشرتی ہی ہیں:

ہک رات ہجر دی شوکدی
تے شوکدے کالے نانگ دی اکھ
می ڈاوی تاں دل وندلا
یاجو بن سنبھال تے رکھ (۵)

رسول پور کا گاؤں سرائیکی وسیب کا مثل یونان ہے۔ اس دھرتی نے اعلیٰ پائے کے اسلم رسول پوری جیسے مفکر اور دانشور پیدا کیے۔ جمشید کمتر کا تعلق بھی رسول پور سے ہی ہے۔ ۱۹۹۲ء میں ان کی کتاب "چندر چوڈی دا" چھپی۔ ان کی بیشتر نظمیں اپنے وسیب کی محرومیوں کا اعلامیہ ہیں۔

می ڈے　وس ٹ　جھوک
اڈ اٹ ے
جئیں نال سا ڈی ۔ ان ٹ سن ۔ ان ٹ
ایندی اُچی سبھ توں شان ایں
ایندا را کھارب رحمان ایں (۶)

سعید احمد راشد کا شعری مجموعہ "انگل" جنوری ۱۹۹۲ء میں چھپا۔ سعید احمد راشد ڈیرہ غازی خانی ہیں۔ ان کی نظمیں نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔ ان کی فکر میں تازہ کاری اور رفعت خیال بدرجہ اُتم پائی جاتی ہے۔

توڑے نہ الو اپیا نیڑے وس
ایہو آکھیا من پردیس نہ وز
نئیں بھو ° بھ ° میندے نکھڑ ٹ دے
میں راشد بھُل دے قابل نئیں
می ڈ اسوہ ٹ اں چن پردیس نہ وز (۷)

"تِل پُھل" سجاد حیدر کی شعری کاوش ہے جو ۱۹۹۲ء میں چھپی۔ سجاد حیدر پرویز کا شمار سرائیکی ادب کے نمائندہ محققین میں ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سجاد اعلیٰ پائے کے محقق اور ہمہ قسم لکھاری ہیں۔ ان کی نظمیں ہمیں روشنی کا سراغ دیتی نظر آتی ہیں۔ ان کی ایک نظم "ہتک" ایک خوبصورت اور دل پذیر نمونہ ہے:

اَکھ کھُلی
تے کال کلوٹی رات وی کھُلی
وت ہک رات دا پکھی پے پھڑ کار مریندا
بھوندا می ڈے اُتے
ننگے مست پہاڑ اچ ٹ چیتی
اکھ نوا کے بارا پتھر ریڑھیا
ڈ وجھے پتھر نال ٹکر تے ترٹ ° یا او پتھر (۸)

ریاض قیصرانی تونسہ واس ہیں۔ ۱۹۹۳ء میں ان کا شعری مجموعہ "ناکروال" چھپا۔ ریاض کی نظمیں اپنے عہد کی سیاسی، معاشی اور معاشرتی شعور سے آراستہ ہیں۔ ریاض قیصرانی کو عہد مذکور کا نمائندہ شاعر کہا جائے تو غلط نہ ہو گا انہوں نے اپنے عہد کے مسائل کو اجاگر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا:

اے بھانبڑ کوں · بجھیسی
تن تنور دے وانگوں تپ تپ رتا تھیوے
اندر بھاہ نہ وسے شالا
بھاہ جے وسی
تن دے بھاہ سہاہ دے · بیٹ کوں
بھاہ ویسی، بھانبڑ کون · بجھیسی (۹)

بیسویں صدی کے آخری عشرہ کے بڑے شاعروں میں سلیم احسن ایک نمائندہ نظم گو شاعر ہیں۔ ان کی کتاب "چیتے چنتے" ۱۹۹۳ء میں چھپی تو وسیبو اسیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کی شاعری کا خاصہ ان کی جامعیت ہے۔ اس کی مظہر ایک نظم کا بند دیکھیے:

مانڑ نہ اصلوں کہیں دا ٹُرٹے
مٹی دے وچ رُلیا · وٹا
شالا پُھٹے (۱۰)

سرائیکی ادب کی جگ مشہور شاعرہ اس عشرہ میں چھپنے والی پہلی خاتون شاعرہ ہیں۔ جن کے ہاں نسائیت کا بھرپور اظہار ملتا ہے۔ ان کی کتاب "چھل · ملاکھیں" جون ۱۹۹۴ء میں چھپی۔ یہ کثیر الاصناف شعری مجموعہ ہے۔ ان کی نظم کا ایک حصہ پیش ہے:

ہک ڈینہ پُچھیا دل میں کنوں
میکوں ڈساتوں اے بہار
رہندی ہیں کیوں توں بے قرار
کیندا کریندیں انتظار
اے عشق تاں ہک روہ ہے
جیونڑ نہیں اے بھوہ ہے (۱۱)

سحر سیال اس عشرہ کی دوسری بڑی معروف شاعرہ ہیں۔ جس نے ۱۹۹۴ء میں ایک شعری مجموعہ "ترامے دا شہر" کے نام سے چھپوایا۔ سحر سیال ایک کہنہ مشق، بلند آہنگ اور لطیف مزاج کی قادر الکلام شاعرہ ہیں۔ ان کی کئی نظمیں مختصر مگر معتبر بیانیہ کی حامل ہیں:

ترامے دی شہر اچ
ترامے دا سجھ اے
اتے ہلیاں وچ میں

پیرورانڑی!(۱۲)

مشتاق سبقت ایک مشاق نظم گو شاعر ہیں۔ اپنے نقد اور فکر کے تناظر کے حوالے سے سائنسی اور جدت خیال سے پیراہن فہم و ادراک رکھنے والا شاعر اپنے معاصرین میں یکتائی کا حامل کہا جائے تو عین درست ہو گا۔ اس کی کتاب "کھیڈ قلندر دی" ۱۹۹۵ء میں چھپی۔ جدید نظریات کے حوالے سے اسے سرائیکی شاعری کا امام کہا جائے تو قرین قیاس درست ثابت ہو گا:

ہک ڈینہ آسے دنیا والے پار زمین سوراخ کریسن
ہک ڈینہ آسے ڈینہ کوں جیر ھانج رہیسن رات کوں انوندیاں ناریں چائیسن
ہک ڈینہ آسے .میٹھیں .میٹھیں اکثر بندے غائب تھی ویسن
حالانکہ موجود وی ہوسن
ہک ڈینہ آسے ٹی وی اندر عیسیٰ دے خطبات سُنڑیسن
صورت وی پئی صاف نظر سی(۱۳)

حمید الفت ملغانڑی کا شعری مجموعہ "سک سو جھل" ۱۹۹۵ء میں چھپا۔ انہوں نے اپنی شاعری میں عقل و دانش اور حکمت و فراست کو موضوع بنائے رکھا اور ہمیشہ اپنے وسیب اور ثقافت کو ہی اپنی نظموں کا موضوع بنایا۔ مصطفی خادم کا شعری مجموعہ "پارت" ۱۹۹۵ء میں چھپا۔ آپ ڈیرہ غازی خان کے کہنہ مشق شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری کلاسکیت کا مظہر ہے۔

نین سمندر نیر نگینہ
.ملدیاں .ناہیں سکدا سینہ
سینے ساہ داسلک وے جانی
سب کجھ سئیں دے ملک وے جانی(۱۴)

جندوڈا مغموم اس عشرہ کا باکمال حقیقت نگار شاعر ہے۔ ان کا تعلق خواجہ غلام فرید کی دھرتی کوٹ مٹھن سے ہے۔ ان کی شاعری میں مزاحمت کا عنصر غالب دکھائی دیتا ہے۔ مغموم نے معاشرتی مسائل کو اجاگر کرنے اور ان کا حل ڈھونڈنے میں حیاتی گزار دی۔ عہد مذکور میں ان کو "شاعرِ انقلاب" بھی کہا جاتا تھا۔ اس عشرہ کا ایک نوجوان پیار پرست شاعر محمد یوسف کریجہ بھی ہو گزرا ہے۔ جس کا شعری مجموعہ ۱۹۹۵ء میں "پیار کوں میں عنوان کریندا اں" کے عنوان سے چھپا۔ آپ خواجہ غلام فرید کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ نے سرائیکی نظم میں کئی فکری اور ہیتی کامیاب تجربے کیے۔ جو کام اقبال نے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے کیا وہی کام یوسف کوریجہ نے سرائیکی وسیب کے لیے سرانجام دیا۔

اے می ڈی شیریں زمیں خود گلبدن تھی ونے
فرد ہک قوم داجے کوہ کن ول تھی ونے
جے کروں ڈینہ رات محنت پاک دھرتی تے اساں
چپہ چپہ دیس دانہ کیوں چمن ول تھی ونے(۱۵)

قیس فریدی رحیمیار خان کا ایک معروف اور سرائیکیو سیب کا ہر دل عزیز شاعر ہے۔ ان کی کتاب "پرکھرا" ۱۹۹۵ء میں چھپی۔ قیس فریدی اردو اور سرائیکی شاعری پر یکساں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی نظم سرائیکی وسیب واسیوں کی نفسیات کی نمائندگی کرتی

ہے۔ مہینوال منگرو ٹھی جدید شاعری کے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں ۱۹۹۵ء میں ان کی کتاب "وفا دا کال" مزاحمتی شاعری اور انقلابی فکر سے لبریز ہے۔ فریاد ہیروی بھی اس عشرہ کے نوجوان اور سخن شناس شاعر ہیں۔ ان کی کتاب "ذات دا محشر" ۱۹۹۶ء میں چھپی۔ فریاد ہیروی نے سرائیکی غزل اور نظم دونوں کو بامِ عروج پر پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا:

آندے ویلے دا خوف اکھیں وچ
گزریے ہوئے پل پل دی یاد
لمحہ لمحہ لحظہ لحظہ
سال برابر گزریے
تیڈے لب تے ورد وظیفہ
ایں کیوں نئیں تے اوں کیوں نئیں (۱۶)

شفقت بزدار تونسہ شریف کے صفِ اول کے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ سماجی مسائل، نامسائد حالات اور علاقائی محرومیاں شفقت بزدار کے نمایاں موضوعات ہیں۔ ۱۹۹۶ء میں ان کی شعری کتاب "کریہہ دا قرض" منظر عام پر آئی۔ اس شعری مجموعے نے عوام و خاص میں خصوصی پذیرائی پائی۔ انہوں لگ بھگ تمام اصنافِ شاعری میں طبعآزمائی کی۔ ان کی ایک نظم "فقط مسئلہ محبت نہیں" کا ہر بند اس کی فکری گیرائی اور گہرائی کو عیاں کرتا نظر آتا ہے:

اتھاں تہذیب گونگی ہے اتھاں انسان گندرے ہِن
اتھاں دستار تے جُبے والے بئی مان گندرے ہِن
اتھاں سردار، ملک، چوہدری تے خان گندرے ہِن
جوانی جبر ہے اتھ موت دے مہمان گندرے ہِن
جے ویلے دی کلائی کوں مروڑوں رنج نہ تھیویں
جے تیڈے شہر کوں کہیں وقت چھوڑوں رنج نہ تھیویں (۱۷)

عزیز شاہد کا شعری مجموعہ ۱۹۹۶ء میں چھپ کر سامنے آیا تو سرائیکی شاعری کی تاریخ ایک نایاب و نابغہ شاعر کے فنی محاسن سے واقف ہوئی۔ اس شعری مجموعے نے خواجہ فرید کے بعد کسی ایسے معتبر شاعر کو دیکھا، پایا جس کے کلام میں سلاست، حیرت، رفعت، جزیات و جذبات غرض زبان و بیان کے سب محاسن کو یکجا پایا۔ عزیز شاہد ایک رجیع شاعر ہے۔ اس کی شاعری نغمگی اور سلاست کا مرکب ہے:

عزیز شاہد یقین کر جو ضرور ہکڈینہ او سجھ اُبھرسی
کہ جیندیں کرنیں دے وچ تیکوں اَپڑی ذات دا سوجھلا
نظر سی
اکھیں دے اسمان تے ہنجھوں دیاں اوو چھڑیاں کونجاں
نہ ایویں پیلیں دی جُنہ: اُتے بے قرار رَہسن (۱۸)

فیض تونسوی کا شعری مجموعہ "پریت داڈُکھ "۱۹۹۶ء میں چھپا۔ صاحبِ اسلوب اور زود گو شاعر ہیں۔ ان کی روایتی شاعری میں نظم نے اپنا قد کاٹھ خاصا تنومند بنایا ہے۔ ان کی نظم "وچھوڑا" ایک خاصے کی چیز ہے۔ شکیل پتافی کا شعری مجموعہ "اکھیے خواب عذاب "۱۹۹۷ء میں چھپا۔ آپ کثیر اللسان اور پختہ شاعر ہیں۔ آج کل دبستانِ ملتان کا حصہ بنے ہوئے ہیں۔ رفعت عباس بلا شبہ جدید آہنگ اور فکرِ تازہ کے سرخیل شاعر ہیں۔۱۹۹۷ء میں ان کی کتاب "سنگت وید" چھپی۔ رفعت نے رنگوں کے تنوع اور تاریخ کے تصور سے اپنے وسیب کے مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ریاض فاروق بزدار کا شعری مجموعہ "ڈُکھ تعبیراں "۱۹۹۷ء میں چھپی۔ سرائیکی وسیب کے اکثر و بیشتر شعراء نے احتجاج اور نا امیدی و مایوسی بھری شاعری کی ہے۔ مگر ریاض کا ذوق بلا شبہ رجعت پسند شاعر ثابت ہوا ہے۔ حاجی مرید حسین انصاف اچوی ایک انصاف پسند اور ہمدرد مزاج شاعر تھے۔ ان کا کلام "دیوانِ انصاف "۱۹۹۷ء میں چھپ کر سامنے آیا۔ انہوں نے اپنی عمر کی لگ بھگ نصف صدی شعر و شاعری کی نظر کی۔ عزیزوں، دوستوں نے اس کے ساتھ نامناسب رویہ رکھا۔ جس کا انہیں بہت دکھ تھا اور یہی دکھ ان کی شاعری کا خاصہ اور پہچان ہے۔ سرائیکی شاعری کی خوش نصیبیہ رہی ہے کہ اس کے ادب خصوصاً شعری ادب کو علماء اور اعلیٰ تعلیمیافتہ لوگوں کی دولت ہمیشہ میسر رہی ہے۔ ایک ایسا ہی شخص شوکت ہاشمی تھا۔ جس نے سرائیکی شاعری کے وقار کو سربلندی دان کی۔ شاعری بلاشبہ اپنے عہد کی سچی تاریخ ہوتی ہے۔ شوکت ہاشمی قرار واقعی ایسا علیم و بلیغ شاعر تھا جس نے اپنے عہد کی تاریخ کو شاعری کے حسین پیراہن میں ڈھانپا اور دنیا کے سامنے حقانیت کے ساتھ پیش کیا۔

جے میں انونکوں اَپ ڈے ·ول ·ولیندا
ڈیکھاں
تاں او میکوں جاپے جیویں
بھا کھیڈیندا ہٹھ
جے میں انونکوں اَپ ڈے تول تولیندا
ڈیکھاں
تاں او میکوں ·اپے جیویں
سونے دی ہک مُٹھ (۱۹)

سرائیکی زبان و ادب خصوصاً شاعری کے شعبہ میں خواتین کی شمولیت ایک خوش آئند قدم ہے۔ بہار النساء بہار کی اس عشرے میں دوسری کتاب ۱۹۹۸ء میں "سبھے خواب می ڈے" کے عنوان سے چھپی۔ بہار نے روایتی شاعری کے برعکس جدت خیال اور نوزائدہ موضوعات کو اپنے قلم کا واقف کیا۔ بقول ان کے:

میں ہک لکھاری ہاں
می ڈا کم ایں
جو ویلے دیاں وا°اں مضبوطی نال نپی رکھاں
تے سچ مُچ آنوں ڈ والیاں نسلاں کیتے
.میٹھی لکھاں
مول نہ تھکاں (۲۰)

ساجد راہی سرائیکی شعر و ادب کے ایک منفرد اسلوب اور روایت پسند شاعر ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ "لُکھ دے جھولے" ۱۹۹۸ء میں چھپی۔ اس مجموعہ کلام میں سرائیکی مشاعرے کے عمومی مسائل پر احسن انداز میں طبع آزمائی کی گئی ہے۔ خواجہ غلام فرید کی دھرتی نے صرف خواجہ غلام فرید پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کئی دیگر قد آور شاعر بھی پیدا کیے۔ ان میں ایک نام جندوڈا مغموم بھی ہے۔ جن کی دوسری کتاب "اَکھا پُھلا" ۱۹۹۸ء میں چھپی۔ ان کے کلام میں زورِ خطابت، بے باکی اور مہارتِ فن سر چڑھ کر بولتی نظر آتی ہے۔ ساقی سمیسنوی کی دوسری کتاب "خالی جام" ہے جو کلیتاً فہم و ادراک سے لبریز نظر آتی ہے۔ ان کے کلام میں لمبی بحروں پر طبعآزمائی کی گئی ہے۔ وسیب کے مسائل ساقی کے پسندیدہ موضوعات ہیں۔ ان کی نظموں میں معاشرے کا واضح عکس دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے ملی نغموں پر بھی خاصا وقت صرف کیا ہے۔ روزمرہ کے مسائل پر لکھی ان کی نظمیں نظیر اکبر آبادی کیباد دلاتی ہیں۔ ساقی کی وجہ مشہوری اس کے جدید رجحانات ہیں۔ ساقی سمیسنوی کی اسی سال ۱۹۹۸ء میں یہ دوسری کتاب "زلفاں دی چھاں" کے عنوان سے چھپی۔ اس کتاب نے اپنے فنی محاسن کی بنیاد پر ساقی کا بطور شاعر، ادبی قد مزید اونچا کر دیا۔

اساں واسی ایں دھرتی دے دھرتی ساڈی سنہ ناں
سندھ دی مٹی تے ساڈے ویرے سندھ دین ایمان
ساکوں اَپݨی جان توں پیاری ساڈی اَپݨی بولی
اوپرے بھر بھر جھولیاں کھنن ساڈی خالی جھولی
چار چُفیروں دھرتی اُتے غیر وچھائے جال
اھڑ مہینے گلوں راٹھے پھر دے ساڈے نال (۲۱)

فدا حسین شہباز سرائیکی ادب میں چھوٹے قد کے بڑے شاعر مشہور عام ہیں۔ ان کی کتاب "روح روہی دیکونج" ۱۹۹۹ء میں چھپی۔ بنیادی طور پر شہباز بلند آہنگ اور سدا بہار موضوعات کے حامل شاعر ہیں۔ ملی ترانے، کافی خصوصاً نظم ان کا من پسند موضوع رہا ہے۔ ان کو "شاعرِ عوام" بھی کہا گیا ہے۔ ان کی ایک نظم "بُڈھیپا" نے عوام میں بڑی پذیرائی پائی۔ زبیر احمد تونسہ شریف کے ایک اور شاندار شاعر ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ ۱۹۹۹ء میں چھپا۔ ان کی نظمیں سرائیکی وسیب کا خوبصورت منظر نامہ پیش کرتی ہیں۔ انہوں نے نئے استعاروں اور تشبیہات کا اضافہ کر کے سرائیکی شاعری کو مزید معتبر بنانے میں اہم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ان کے شعری مجموعے کا نام "چاندی مڑھیے طاق" ہے۔ جس میں زبان و بیان کی چاشنی اپنی سلاست کے ساتھ بدرجہ اُتم موجود ہے۔ سفیر لاشاری احمد پور شرقیہ کے شعری ادب کا نابغہ خزانہ اور فخر ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ "ویرے" ۱۹۹۹ء میں چھپ کر منظرِ عام پر آیا۔ سفیر لاشاری سرائیکی نظم کے سرکردہ شاعر شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے ہاں ملی نغموں گیتوں اور عوامی مقبولیت کے حامل موضوعات کی بھرمار دکھائی دیتی ہے۔ سفیر نے عوام میں خود آگہی کا شعور پھیلایا:

می ڈے دیس دے ہالی شیر دنیا ریس کرے
ڈتی دیس دی قسمت پھیر دنیا ریس کرے
ایندی ہمت اے عظیم
ایندا حامی اے کریم
اے ہے قوم دا دلارا

اے ہے قوم دا سہارا
کیتی شام دی آن سویر دنیا ریس کرے (۲۲)

سعید اختر سیال ڈیرہ اسماعیل خان کی ایک قد آور ادبی شخصیت ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ "وساکھ" ۲۰۰۰ء میں منظر عام پر آیا۔ ان کی فکری بالیدگی اور سلاستِ بیان نے ان کو عزت دان کی۔ وسیب کے بنیادی مسائل اور ان کے حل کی تلاش ان کی نظموں کے بنیادی موضوعات ہیں۔ ان کی نظم "ناں" کا ایک نمونہ دیکھیے:

وچھیندا او:
تیکوں جتنے کنڈے وچھانوں آندے
کپاہ دے واڑے اساڈے ہتھ
اے وی چُنڑ ڈے لھیسن
توں اساڈے ہتھاں دا چنتا نہ کر
اساڈا کم اے کنڈیر چُنڑنڑ اں
ربیل رستے دے خواب وُنڑنڑ اں (۲۳)

عزیز شاہد ڈیرہ غازی خان کے سپوت اور سرائیکی شاعری کا انمول شاعر ہے۔ ان کی کتاب "اول" ۲۰۰۰ء میں چھپی۔ عزیز شاید کا شمار سرائیکی زبان کے بڑے معتبر شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ کو Son of Soil بھی کہا جاتا ہے۔ عزیز شاہد کی شاعری جلترنگ کی طرح مدھر سُروں میں آگے بڑھتی ہے:

مامن موہنڑی ما
ول ہک واری سکدیں لویندیں
اَپنڑی جھولی پا (۲۴)

فضل سوکڑی نے اقبال سوکڑی کیباد تازہ کر دی۔ ان کی کتاب "چُنڑی چاک لویراں" مارچ ۲۰۰۰ء میں چھپ کر منظر عام پر آئی۔ فضل سوکڑی کا خاصا ان کی نظم میں انسانی حیات اور جدید عہد کے مسائل کو بنائے گئے موضوع ہیں۔ ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا سرائیکی شاعروں کا خاصا ہے مگر فضل ان کا سرخیل ہے۔

ساحل بزدار ایک ایسے قبیل سے تعلق رکھتے ہیں جن کی گھُٹی میں ظلم کے خلاف بغاوت اور سچ گوئی شامل ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "سولی کوں سک منصور دی" اپنے عہد کی ایک بے تاب اور گرجدار آواز ہے۔ ان کے شاعری معاملاتِ حیات سے جُڑی ہے۔ ساجد ملتانی، ملتان کی ایک توانا ادبی آواز ہے جو صدیوں تک گونجتی رہے گی۔ ان کا شعری مجموعہ "موڑ مہار" ۲۰۰۰ء میں چھپا۔ سفیر لشاری ایک زمانہ ساز شاعر ہے اور احمد پور شرقیہ کے دبستانِ ادب کی پہچان ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "سفارت" ۲۰۰۰ء میں چھپ کر سامنے آیا۔ سفیر نے ہر صنفِ شاعری میں قلم آزمائی کی ہے۔ حفیظ طاہر عہد حال کا جدید فکر و آہنگ سے پیراستہ شاعر ہے۔ ان کا شعری مجموعہ "الیکشن" ۲۰۰۰ء میں چھپ کر سامنے آیا۔ اس مجموعہ میں سرائیکی وسیب میں انتخابی مہم، امیدواروں کے دعوے، فریب، جھوٹ اور دیگر مسائل پر سیر حاصل بات کی گئی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز، مختصر تاریخ زبان و ادب، اسلام آباد، مقتدر قومی زبان پاکستان، ۲۰۱۲ء، ص:۱۷

۲۔ سعید اختر، دیرہ سندھ کنارے، ملتان، جدید پرنٹرز، ۱۹۹۱ء، ص:۲۷

۳۔ حسین گوہر، فجر داتارا، ڈیرہ غازی خان، آرٹ پریس، ۱۹۹۱ء، ص:۲۱

۴۔ عطا محمد دلشاد کلانچوی، کلام کلانچوی، بہاول پور، اکادمی سرائیکی ادب، ۱۹۹۲ء، ص:۸۸،۸۷

۵۔ رحیم طلب، پیار دا پہلا ساون، ملتان، روحانی پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۲ء، ص:۳۹

۶۔ جمشید کمتر، چن چوڈی دا، گیلری ڈیرہ غازی خان، انجمن آرٹ پریس، ۱۹۹۲ء، ص:۱۷

۷۔ سعید احمد راشد، انگل، ڈیرہ غازی خان، راشد سرائیکی سنگت، ۱۹۹۲ء، ص:۶۰

۸۔ ڈاکٹر سجاد حیدر پرویز، تل پُھل، مظفر گڑھ، مجلس سرائیکی مصنفین پاکستان، ۱۹۹۲ء، ص:۱۷

۹۔ ریاض قیصرانی، باکروال، لیہ، تھل دامان سرائیکی سنگت، ۱۹۹۳ء، ص:۵۴

۱۰۔ سلیم احسن، چیتے چنتے، ملتان، سرائیکی ادبی بورڈ، ۱۹۹۳ء، ص:۲۱۰

۱۱۔ بہار النساء بہار، چھل بل اکھیں، لاہور، علی بھائی پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۴ء، ص:۱۲۳

۱۲۔ سحر سیال، ترامے دا شہر، ملتان، روحانی آرٹ پریس، ۱۹۹۴ء، ص:۱۵

۱۳۔ مشتاق سبقت، کھیڈ قلندری دی، ملتان، الصدف پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۵ء، ص:۱۱۷

۱۴۔ مصطفی خادم، پارت، ڈیرہ غازی خان، دبستان سحر، ۱۹۹۵ء، ص:۳۴

۱۵۔ محمد یوسف کوریجہ، پیار کوں میں عنوان کریندا اں، خانپور، طاہر امان پرنٹنگ پریس، ۱۹۹۵ء، ص:۱۴۹

۱۶۔ فریاد ہیروی، ذات دا محشر، مطبوعہ ندارد، جنوری: ۱۹۹۶ء، ص:۶۴

۱۷۔ شفقت بزدار، کریہہ دا قرض، جام پور، خواجہ فرید ادبی ثقافت سنگت، ۱۹۹۶ء، ص:۹۲

۱۸۔ عزیز شاہد، پٹ یال، ڈیرہ غازی خان، دبستانِ سحر، ۱۹۹۶ء، ص:۳۳

۱۹۔ شوکت ہاشمی، لو دا ہو کا، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص:۴۵

۲۰۔ بہار النساء بہار، سبھے خواب میڈے، ملتان، جھوک پرنٹرز، ۱۹۹۸ء، ص:۶۹

۲۱۔ ساقی سمینوی، زلفاں دی چھاں، ڈیرہ غازی خان، محسن آرٹس پریس، ۱۹۹۸ء، ص:۴۱

۲۲۔ سفیر لاشاری، ویرے، ملتان، جھوک پرنٹرز، ۱۹۹۹ء، ص:۱۵۹

۲۳۔ سعید اختر سیال، وساکھ، لاہور، دوست ایسوسی ایٹ اردو بازار، ۲۰۰۰ء، ص:۲۴

۲۴۔ عزیز شاہد، اول، ڈیرہ غازی خان، انجمن آرٹ پریس، ۲۰۰۰ء، ص:۵

References in Roman Script:

1. Dr. Sajjad Haider Parvaiz, *Mukhtasar Tareekh Zaban-o-Adab*, Islamabad, Muqtadar Qaumi Zaban Pakistan, 2012, p. 71
2. Saeed Akhtar, *Dera Sindh Kinare*, Multan, Jadeed Printers, 1991, p. 27

3. Hussain Gohar, *Fajr Da Tara*, Dera Ghazi Khan, Art Press, 1991, p. 21
4. Atta Muhammad Dilshad Kalanchvi, *Kalam Kalanchvi*, Bahawalpur, Academy Saraiki Adab, 1992, p. 87–88
5. Raheem Talab, *Piyar Da Pehla Sawan*, Multan, Ruhani Printing Press, 1992, p. 39
6. Jamshed Kamtar, *Chan Chodi Da*, Gallery Dera Ghazi Khan, Anjuman Art Press, 1992, p. 71
7. Saeed Ahmad Rashid, *Ingal*, Dera Ghazi Khan, Rashid Saraiki Sangat, 1992, p. 60
8. Dr. Sajjad Haider Parvaiz, *Til Phul*, Muzaffargarh, Majlis Saraiki Musannifeen Pakistan, 1992, p. 17
9. Riyaz Qaisrani, *Bakrwal*, Layyah, Thal Damaan Saraiki Sangat, 1993, p. 54
10. Saleem Ahsan, *Cheete Chante*, Multan, Saraiki Adabi Board, 1993, p. 210
11. Bahar-un-Nisa Bahar, *Chhal Bal Akhin*, Lahore, Ali Bhai Printing Press, 1994, p. 123
12. Sehar Sial, *Tramay Da Sheher*, Multan, Ruhani Art Press, 1994, p. 15
13. Mushtaq Sabqat, *Khed Qalandri Di*, Multan, Al-Sadaf Printing Press, 1995, p. 117
14. Mustafa Khadam, *Parat*, Dera Ghazi Khan, Dabistan-e-Sehar, 1995, p. 34
15. Muhammad Yousaf Koreja, *Piyar Kon Main Unwan Karindaan*, Khanpur, Tahir Amaan Printing Press, 1995, p. 149
16. Faryad Herwi, *Zaat Da Mahshar*, Matbooa Nadar, January 1996, p. 64
17. Shafqat Buzdar, *Karyah Da Qarz*, Jampur, Khawaja Fareed Adabi Saqafati Sangat, 1996, p. 92
18. Azeer Shahid, *Panyal*, Dera Ghazi Khan, Dabistan-e-Sehar, 1996, p. 33
19. Shaukat Hashmi, *Lo Da Hoka*, Lahore, Alhamd Publications, 1997, p. 45
20. Bahar-un-Nisa Bahar, *Sabhe Khwab Meday*, Multan, Jhoke Printers, 1998, p. 69
21. Saqi Samainvi, *Zulfaan Di Chhaan*, Dera Ghazi Khan, Mohsin Arts Press, 1998, p. 41
22. Safeer Lashari, *Wapray*, Multan, Jhoke Printers, 1999, p. 159
23. Saeed Akhtar Sial, *Wasakh*, Lahore, Dost Associates Urdu Bazaar, 2000, p. 24
24. Aziz Shahid, *Awal*, Dera Ghazi Khan, Anjuman Art Press, 2000, p. 5